RJIC: September, 2001

RESEARCH JOURNAL

ENGLISH SECTION

Vol. 1 No. 2
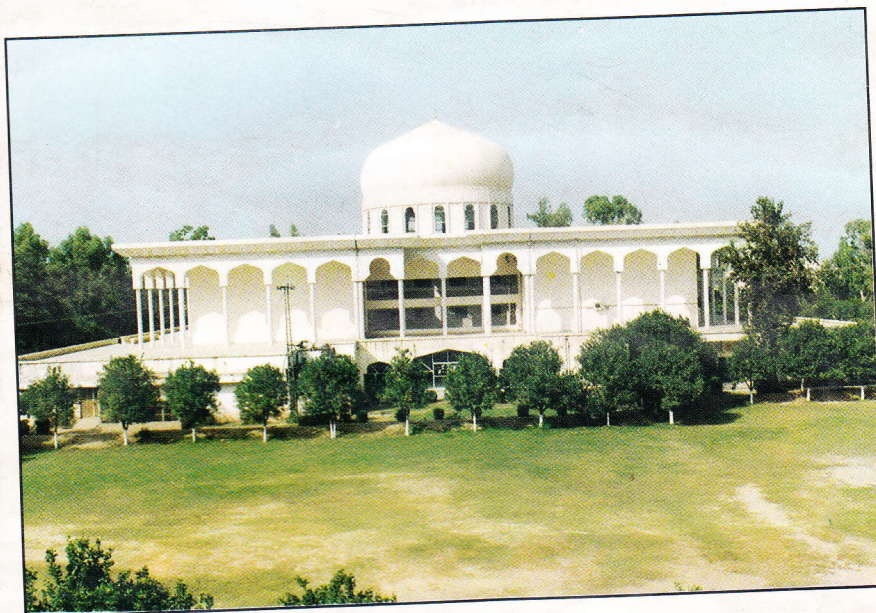
EDITOR: DR. SHAZIA BABAR

Shaykh Zayed Islamic Centre
University of Peshawar

PAKISTAN

ڈاکٹر شمس البصر
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ علوم اسلامیہ
اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اسلامی قانون شہادت میں شہادت علی الشہادۃ کی حیثیت

پاکستان میں نافذ قانون شہادت مجریہ ۱۹۸۴ء کے آرٹیکل ۷۱ میں اسلامی قانون شہادت کا ایک اہم پہلو ''شہادۃ علی الشہادۃ'' مختصراً درج ہے۔ حقوق کے تحفظ کیلئے اس کا استعمال ہمارے عدالتی نظام میں دیکھنے میں نہیں آتا۔ اسلامی معاشرے میں اس کی اہمیت کے پیش نظر زیر نظر مقالے میں اسلامی قانون شہادت کے عمومی تعارف کے ساتھ ساتھ شہادۃ علی الشہادۃ کا خصوصی جائزہ قارئین کی دلچسپی کیلئے پیش کیا جارہا ہے۔

شہادت لغت میں اس خبر کو کہتے ہیں جو قطعی ہو (۱) یعنی یقینی خبر جس میں کوئی شک نہ ہو۔

شرعی اصطلاح میں ''شہادت عبارت ہے اس سچی خبر سے جو حق ثابت کرنے کیلئے دی جاتی ہے (۲)۔ یا اس قطعی اور فیصلہ کن بیان کے نام سے جو قانونی عدالت میں حاضر ہو کر کسی ایسے معاملے کے متعلق دیا جاتا ہے جو بیان کرنے والے شاھد نے صاف طور پر دیکھا ہو (۳)۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

[إذا علمت مثل الشمس فاشهد اودع] (۴)۔

اگر تو کسی بات کو سورج کی طرح جانتا ہے تو گواہی دے ورنہ چھوڑ دے‘‘۔

سچی گواہی کا حکم قرآن کریم یوں دیتا ہے: ﴿یأیها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء لله ولو علی أنفسكم أو الوالدین والأقربین (۵)﴾۔

اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو اور اللہ کیلئے سچی گواہی دو خواہ وہ تمہارے اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف کیوں نہ ہو‘‘۔

قرآن کریم جہاں سچی گواہی کا حکم دیتا ہے وہاں جھوٹی گواہی سے منع بھی کرتا ہے۔ ارشاد خداندی ہے: [واجتنبوا قول الزور](۶)۔ ’’اور جھوٹی گواہی سے بچو‘‘۔

اور وہ لوگ (رحمان کے بندے) جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

ادائے شہادت کی فرضیت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [ولا تکتموا الشهادة ومن یکتمها فإنه آثم قلبه (۸)]۔ ’’اور شہادت کو مت چھپاؤ اور جو شخص اسے چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا‘‘۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امور جن کا تعلق حقوق وغیرہ سے ہے اگر ان کے بتانے کی ضرورت ہو تو ان کا چھپانا ممنوع ہے۔ قرآن کریم نے اس کی تصریح ایک اور جگہ یوں کی ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ (۹)﴾ ’’اور اس شخص سے ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی شہادت کو جو اس کے پاس ہو چھپائے﴾۔

اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ شہادت چھپانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے (۱۰)‘‘۔ جھوٹی گواہی کو حضور ﷺ نے اکبر الکبائر قرار دیا

ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ: [ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْكَبَائِرَ وَسُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ الشِّرْكُ بِا اللّٰهِ وَقَتْلَ النَّفْسِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بَاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالَ قَوْلَ الزُّوْرِ قَالَ شُعْبَةَ اَكْبَر ظَنِّیْ اَنَّهٗ شَهَادَةُ الزُّوْرِ (۱۱)]۔ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کبیرہ گناہوں کا حکم فرمایا۔ اور رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا، کسی کو (ناحق) قتل کرنا، والدین کی نافرمانی، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتلاؤں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا یا جھوٹی شہادت دینا (راوی) شعبہ کا گمان ہے کہ میرا گمان غالب ہے کہ آپؐ کی مراد جھوٹی شہادت سے تھی‘‘۔

شہادت چھپانا دو طرح سے ہے ایک یہ کہ بالکل بیان نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ بالکل غلط بیان کرے۔ دونوں میں اصل واقعہ مخفی ہوگیا۔ اور دونوں صورتیں حرام ہیں۔ جب کسی حقدار کا حق بدون اس کی شہادت کے ضائع ہونے لگے اور وہ درخواست بھی کرے تو اس وقت ادائے شہادت سے انکار حرام ہے۔

حقیقتاً سچی گواہی ہی کو شہادت کہتے ہیں جھوٹی گواہی کیلئے اگرچہ شہادت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ لیکن وہ مجاز ہے۔ اس پر شہادت کا اطلاق حقیقتاً اسلئے نہیں ہوتا کہ اس سے حق ثابت نہیں ہوتا۔ اسلام میں شہادت کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اکرم الشهود فإن الله تعالیٰ یستخرج بهم الحقوق ویدفع بهم الظلم (۱۲)] ’’گواہوں کی تکریم کرو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے حقوق نکالتا ہے اور ظلم کو دفع

کرتا ہے۔

ان تمام تعلیمات سے اسلام کے مجموعی مزاج کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ حقوق کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے اسلام لوگوں کو رضا کارانہ طور پر تیار کرتا ہے اسلئے گواہی کیلئے جب بھی بلایا جائے تو انکار نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔

﴿ولا یاب الشهداء إذا ما دعو[۱۳]﴾۔ ''اور جب گواہوں کو طلب کیا جائے تو انکار نہ کریں''۔

شہادت کا مقصود چونکہ حقوق کی حفاظت کرنا ہے اس وجہ سے اگر ایسی کوئی جگہ ہو جہاں ایک ہی فرد ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور گواہی دینے والا نہ ہو تو اس شخص پر گواہی دینا فرض ہے کیونکہ اس کے گواہی کے بغیر حقوق کی حفاظت ممکن نہیں ہوگی۔

گواہی دینے کی اہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ زید بن خالد سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [خَيْرُ الشُّهُوْدُ الَّذِىْ يَأْتِىْ بِالشَّهَادَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْأَلَهَا]۔ "بہترین گواہ وہ ہے جو بلائے جانے سے قبل شہادت دے''۔

بعض علماء کے نزدیک حقوق اللہ میں بلا طلب شہادت دینا واجب ہے۔ فرماتے ہیں۔ [وَيَجِبُ الْاَدَاءَ بِلَا طَلَبْ لَو الشَّهَادَةَ فِىْ حُقُوْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى[۱۵]]۔ ''اگر شہادت حقوق اللہ میں ہو تو ادائے شہادت بغیر طلب کئے واجب ہے''۔

ان تمام تصریحات سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام میں شہادت کی اہمیت کس قدر ہے۔ شہادت کو عمومی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ بلاواسطہ شہادت جو کہ عینی شہادت پر مشتمل ہے۔

۲۔ بالواسطہ شہادت۔ یہ شہادۃ بالتسامع اور شہادۃ علی الشہادۃ پر مشتمل ہے۔

ہم موضوع کی طوالت سے بچنے کی خاطر شہادۃ علی الشہادۃ کو زیر بحث لانے کی کوشش کریں گے۔

شہادۃ علی الشہادۃ:

شہادۃ علی الشہادۃ گواہی کے اوپر گواہی کو کہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں شہادت علی الشہادۃ سے وہ گواہی مراد ہے کہ جب اصل گواہ کسی عذر یا مجبوری کی وجہ سے گواہی دینے سے قاصر ہو اور اپنے جیسے عادل فرد کو اپنی اس گواہی پر مامور کرے۔ بالفاظ دیگر دوسرے گواہ (فروع) اصل گواہوں (اصول) کے نائب ہوتے ہیں۔ اس قسم کی نیابت ایک سے زائد سلسلوں/ درجات میں بھی ہوسکتی ہے[۱۶]۔

گواہوں کے اوپر گواہی لوگوں کے حقوق سے متعلق ہے ان کے علاوہ ان حقوق (اللہ) میں بھی جائز ہے۔ جو شہادت سے ساقط نہیں ہوتی[۱۷]۔ عمومی طور پر بدنی عبادات میں نیابت نہیں ہوتی لیکن شہادۃ علی الشہادۃ کو فقہاء نے بطور استحسان جائز قرار دیا ہے[۱۸]۔

صاحب معین الحکام فرماتے ہیں:

''شہادۃ علی الشہادۃ کا جواز استحسان کے طور پر ثابت ہے نہ کہ قیاس کے اعتبار سے۔ اسلئے کہ فرع کو اصل علم کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں جھوٹ کا الزام ہوسکتا ہے[۱۹]۔

صاحب در المختار فرماتے ہیں: ''اگر اصل کی گواہی پر دوسروں (فروع) کو گواہ بنانے کی اجازت دی جائے تو اکثر حقوق ضائع ہوجائیں گے اس وجہ سے شہادۃ

علی الشہادۃ کو جائز قرار دیا گیا ہے(۲۰)۔

قاضی شریح سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

[تجوز شهادة الرجل على الرجل فی الحقوق ويقول شريح للشاهد قل: أشهدني ذو عدل"(۲۱)] ''حقوق (العباد) میں ایک شخص کی گواہی پر دوسرے شخص کی گواہی جائز ہے۔ ایسے موقع پر قاضی شریح گواہ کرتے تھے۔ کہو کہ مجھے ایک عادل شخص نے اس معاملے میں گواہ بنایا ہے۔

امام مالک کے نزدیک تمام امور چاہے اموال سے متعلق ہوں، یا عقوبات سے سب میں شہادۃ علی الشہادۃ مقبول ہے(۲۲)۔

امام محمد سے روایت ہے کہ گواہی پر گواہی دینا تعزیر میں جائز ہے۔

محل شہادت:

شہادت علی الشہادت اس وقت جائز ہے جب اصل کی شہادت ممکن نہ ہو دراصل شہادت کے اوپر شہادت ضرورت کے وقت جائز ہے۔ اور اس کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب اصول (اصل گواہ) بیماری موت(۲۹) یا سفر (مسافت) (۳۰) کی وجہ سے عدالت میں گواہی دینے سے قاصر ہوں(۳۱) اس حوالے سے شہادت اصلی قوی تر ہے جس کی وجہ سے بنیادی حق ثابت ہے جبکہ شہادت علی الشہادۃ سے نفس حق ثابت نہیں ہوتا(۳۲)۔

ان کے علاوہ اور بھی مجبوریاں ایسی ہیں جن میں فقہاء نے شہادت علی الشہادۃ کو جائز قرار دیا ہے:

☆ اگر باپردہ خاتون حوائج ضروریہ کے علاوہ عموماً گھر سے باہر نہیں نکلتی اور نہ ہی مردوں میں (مجالس میں) اختلاط کرتی ہو تو وہ بھی اپنی گواہی کے اوپر گواہ بنا سکتی ہے(۳۳)۔

☆ اگر کوئی کسی اور جگہ (قاضی کے اختیار سماعت سے باہر) قید ہو جہاں سے اسے گواہی کیلئے لانا ممکن نہ ہو تو وہ بھی اپنی گواہی پر کسی اور کو گواہ بنا سکتا ہے(۳۴)۔

شہادۃ علی الشہادۃ کیلئے گواہوں کی تعداد:

حق کو ثابت کرنے کیلئے عمومی طور پر دو گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ شہادۃ علی الشہادۃ میں ہر گواہ کے اوپر اگر اسی طرح دو عادل گواہ ہوں تو حق اسی طرح ثابت ہوگا جس طرح دو اصل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے۔

☆ اگر ایک کی شہادت پر دو گواہ ہوئے اور پھر دوسرے کی شہادت پر وہی دو ہوئے تو اس قسم کی شہادت جائز ہے(۳۷)۔

☆ ضروری نہیں کہ ہر شاہد پر دو شاہد ہوں بلکہ دو شاہدوں کی شہادت پر چاہے جدا جدا ہوں یا دو ہی شاہد دونوں کے ہوں ہر دو صورتوں میں جائز ہے(۳۸)۔

☆ شہادت علی الشہادۃ میں مرد ہونا شرط نہیں اس میں عورتوں کا تحمل شہادت بھی صحیح ہے(۳۹)۔ جبکہ شوافع کے نزدیک شہادت علی الشہادۃ اور قاضی کے نام قاضی کے خط میں عورتوں کی شہادت مقبول نہیں(۴۰)۔

☆ اگر اصل گواہ نے چند آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میری فلاں شہادت پر گواہ بن جاؤ تو جن لوگوں کو مخاطب کر کے کہا وہی شہادت دینے کے اہل ہوں گے اور اگر اس بات کو کسی اور شخص نے سنا جسے اصل نے مخاطب نہیں کیا تھا تو وہ گواہ نہیں بن

سکتا[۴۱]۔

کیفیت شہادت:

شہادت علی الشہادت اس وقت جائز ہے جب اصل گواہ اپنی گواہی کے اوپر جیسے کسی اور کو گواہی کیلئے مامور کردے۔ اس لئے کہ شہادت توکیل اور تعمیل ہے۔ اور قاضی کی عدالت میں تعمل شہادت ضروری ہے۔ جبکہ تحمل شہادت مامور کرنے سے ہی ہوسکتی ہے۔ اس لئے اگر وہ (اصل) فرع کو گواہی دینے سے منع کردے تو وہ اس کا پابند ہوگا[۴۲]۔

شہادت علی الشہادۃ میں دوسرے گواہ کو گواہی پر مامور کرنا ضروری ہے۔ بغیر گواہ بنائے محض سننے سے تحمل صحیح نہ ہوگا۔ اس کے مقابلے میں دوسری شہادتوں میں بغیر گواہ بنائے محض معائنہ فعل اور اقرار وانشاء کے سننے سے تحمل صحیح ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فروع اصول کی نیابت میں گواہی دیتے ہیں۔ پس ان کی جانب سے نائب بنانا ضروری ہے۔ دیگر شہادات میں تحمل شہادت معاینہ کے طریقے سے ہوتا ہے جبکہ شہادۃ علی الشہادۃ میں تحمل نیابت کے طریقہ سے ہوتا ہے[۴۳]۔

اسی طرح تحمل اور نائب بنانے کا معنی اپنی گواہی پر گواہ بنانے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا[۴۴]۔

شہادۃ علی الشہادۃ کی عدم قبولیت:

☆ جس فرد (فرع) کو شہادت پر مامور کرنے والا (اصل) خود جانتا ہو کہ وہ عادل نہیں تو اسے وہ اپنی گواہی پر گواہ نہیں بنا سکتا۔ "لا ینبغی أن یشھد علی

شهادة من ليس بعدل عنده"[۴۵]۔

☆ اگر شاہد (اصل) نے گواہی پر گواہ بننے کا حکم دیا اور دوسرے (فرع) نے انکار کردیا تو رد ہوگی[۴۶]۔

☆ اصل گواہ کے عدالت میں حاضر ہونے کی قدرت رکھنے اور عدالت قریب ہونے کے باوجود حاضر نہ ہونے کی صورت میں شہادۃ علی الشہادۃ جائز نہیں[۴۷]۔

☆ اگر اصل گواہ مرجائیں یا اس قدر بیمار ہوجائیں کہ عدالت میں حاضر نہ ہوسکیں یا ان کی دوری تین رات دن کی مسافت سے زیادہ ہو تو شہادۃ علی الشہادۃ مقبول ہوگی[۴۸] ورنہ نہیں۔

☆ اگر اصل گواہ شہادت سے انکار کردے تو گواہی پر مامور گواہ کی شہادت غیر مقبول ہوگی[۴۹]۔

☆ اگر گواہوں نے ایسے لوگوں کی گواہی پر گواہی دی جن کو وہ نہیں جانتے تو ان کی شہادت رد ہوگی چاہے وہ عادل کیوں نہ ہوں[۵۰]۔

☆ گواہی پر گواہی دینے والے افراد کو چاہیئے کہ اصل گواہ کا نام اور اس کے باپ دادا کا نام بتائے۔ اگر اس نے نہیں بتائے تو قاضی فرع کی گواہی قبول نہیں کرے گا[۵۱]۔

☆ اگر اصل گواہ اعتکاف میں ہو اور وہ کسی کو گواہی پر مامور کرے تو گواہی جائز نہ ہوگی[۵۲]۔

☆ اگر فروع نے گواہی دی پھر حکم قضاء سے پہلے اصول حاضر ہوئے تو فروع کی گواہی پر حکم نہ ہوگا[۵۳]۔

☆ اگر دو فروع نے ایک اصل کی گواہی پر گواہی دی پھر اصل گونگا یا اندھا ہو گیا یا مرتد یا فاسق ہو گیا یا اس کی عقل جاتی رہی اور ایسی حالت میں ہو گیا کہ اس کی گواہی روا نہیں تو فروع کی گواہی جاتی رہے گی (۵۴)۔

☆ اگر اصل (شاہد) اپنی شہادت سے منکر ہو یا کہے کہ ہم نے فرع کو گواہ بنایا ہی نہیں یا کہیں کہ ہم نے اسے گواہ تو بنایا تھا لیکن ہم سے غلطی ہو گئی تو ان تمام صورتوں میں فرع کی شہادت باطل ہو جائے گی (۵۵)۔

☆ باپ کی شہادت پر بیٹے کو گواہ بنانا جائز ہے (۵۶)۔

☆ اگر اصل نے دو فرع کافروں کو اپنی گواہی پر گواہ بنایا۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو جائیں تو ان کی شہادت جائز ہو گی (۵۷)۔

☆ اگر دو اصل گواہ فرع کو گواہ بنانے کی بعد مرتد ہو جائیں اور اس کے بعد پھر سے اسلام قبول کر لیں تو اب فرع اصل گواہوں کے بیان پر شہادت نہیں دے سکتا (۵۸)۔

☆ ایک شخص کی گواہی پر کم از کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ہونی چاہئے ایک عورت کی گواہی کا بھی یہی حکم ہے (۵۹)۔

☆ حد قذف لگائے جانے سے متعلق شہادۃ علی الشہادۃ قبول کی جائے گی (۶۰)۔

ناقابل رجوع:

ایک شخص نے دوسرے کو گواہی پر گواہ کیا پھر اس کو منع کیا (گواہی دینے سے) کہ میری گواہی پر گواہی نہ دو تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منع کرنا صحیح

نہیں حتی کہ اگر ممانعت کے بعد اس نے گواہی پر گواہی دی تو جائز ہو گی (۶۱)۔

شہادۃ علی الشہادۃ کی شرائط ادا:

اس کی شرائط وہی ہیں جو دیگر شہادت کی ہیں۔ ذیل میں ہم ان شرائط کا تذکرہ کریں گے۔ جو شہادۃ علی الشہادۃ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

مشہود علیہ مر چکا ہو، شرعی مسافت پر ہو۔ مرض کی وجہ سے مجلس قضاء میں حاضر ہونے کی استطاعت نہ رکھتا ہو یا وہ شرعی مجبوریاں جن میں فقہاء نے شہادۃ علی الشہادۃ کو جائز قرار دیا ہے۔ مثلاً مردوں کے ساتھ اختلاط نہ کرنے والی باپردہ اور وہ قیدی جس کا عدالت میں لانا ممکن نہ ہو اگر اس قسم کے افراد اپنی گواہی پر اپنے جیسے (گواہی کے اہل) افراد کو مامور کر دیں تو ان کی گواہی مقبول ہو گی۔

اسلامی قانون شہادت کے حوالے سے حدود وقصاص کے علاوہ عام شہادتوں میں مرد ہونا شرط نہیں چونکہ عورتوں کی شہادت میں شبہ آتا ہے۔ جو مردوں کی شہادت میں نہیں آتا جب کہ حدود وقصاص شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ جبکہ شہادت میں اصل (شاہد) کی قید اسلئے لگائی جاتی ہے کہ اصول کی شہادت میں شبہ نہیں ہوتا جبکہ فروع کی شہادت میں شبے کا امکان ہوتا ہے یعنی گواہیوں میں شبہ۔ اس کی شرط حدود اور قصاص میں اسلئے ہے کہ جو مشبہات کی بنیاد پر دور ہو سکتے ہیں تو ان کو دور رکھا جا سکے جبکہ اس کے برعکس اموال وحقوق ان امور میں سے ہیں جو شبہ سے بھی ثابت ہوتے ہیں اس لئے عورتوں کی گواہی کا ان میں غیر مقبول ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں: ” کہ اس شہادت کی ادا کیلئے مرد ہونا شرط نہیں اس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت بھی مقبول ہو گی (۶۲)۔ اس سلسلے میں

وہ قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے: ﴿فإن لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء(۶۳)"۔

پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو اس میں نص تقاضا کرتی ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کو بغیر فرق کے شہادت علی الاطلاق حاصل ہو۔ سوائے اس کے جو دلیل سے مقید ہو۔ قیاس کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ عام شہادات میں مرد ہونا اور اصل ہونا شرط نہیں(۶۴)۔

قانون شہادت مجریہ ۱۹۸۴ء کے آرٹیکل ۷۱ میں شہادۃ علی الشہادۃ کا تذکرہ تو ضرور ہوا ہے۔ لیکن اتنا اہم موضوع اختصار کی وجہ سے موجودہ دور کے تقاضوں کا نہ تو ساتھ دے سکتا ہے اور نہ ہی اسلامی قوانین کے نفاذ کے حقیقی منشاء کے حصول کیلئے کافی ہے۔ ضرورت اسی امر کی ہے کہ اسلامی قانون شہادت کے اس تنوع سے فائدہ اٹھایا جائے اور وہ تمام پہلو جن کے ذریعے معاشرے میں عدل کی فراہمی ممکن ہوسکتی ہو ان سب کو موجودہ قانون شہادت میں شامل کیا جائے تاکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تحفظ اسلامی تقاضوں کے مطابق یقینی بنایا جاسکے۔

واللہ اعلم بالصواب

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور، ابو الفضل، جمال الدين، محمد بن مكرم: لسان العرب ۳:۲۳۹، دار صادر بیروت ۱۹۵۵۔

۲۔ (وشرعاً اخبار صدق لأثبات حق)، الحصكفي، محمد علاؤ الدين، در المختار (اردو) ۳:۲۷۰، مطبوعة پاکستان ایجوکیشنل پریس لاہور، ن۔د۔

۳۔ العينى، بدر الدين، ابي محمد، محمود بن احمد، عمدة القارى شرح صحيح البخارى ۱۳:۱۹۱، (كتاب الشهادات)، ادارة الطباعة المنيرية دمشق، ن۔د۔

۴۔ ابن قدامة، محمد بن احمد المقدسي: الشرح الكبير على هامشة المغني ۱۲:۷، مصر، ۱۳۳٤، العسقلاني، ابن حجر: بلوغ المرام معادلة الأحكام: حديث ۱٤۳۳: ص ۲۹۰: مطبعة مصطفى محمد، مصر: ن۔د۔ (بلوغ المرام کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں: عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي ﷺ قال لرجل ترى الشمس؟ قال نعم قال على مثلها فاشهد أو دع)۔

۵۔ قرآن ۴:۱۳۵۔

۶۔ قرآن ۲۲:۳۰۔

۷۔ قرآن ۲۵:۷۲۔

۸۔ قرآن ۲:۲۸۳۔

۹۔ قرآن ۲:۱۴۰۔

۱۰۔ ابن ماجه، محمد بن يزيد، ابي عبد الله القزويني، سنن ابن ماجة ۳:۱۲۹،

حدیث۲۳۶۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۹/۱۹۹۸۔

۱۱۔ العسقلانی، ابن حجر: بلوغ المرام مع ادلۃ الأحکام: حدیث ۱۴۳۲، ص۲۹۰-۲۸۹، مطبعۃ مصطفیٰ محمد، مصر، ن۔د۔

۱۲۔ الحصکفی، درالمختار، ۳:۲۷۳۔

۱۳۔ قرآن ۲:۲۸۲۔

۱۴۔ العسقلانی، بلوغ المرام: حدیث۱۲۴۱۷، ص۲۹۰-۲۷۹۔

۱۵۔ الحصکفی، درالمختار۳:۲۷۳۔

۱۶۔ فتاوی، عالمگیری (اردو) ۵:۳۷۳-۳۷۲، شیخ غلام علی اینڈ سنز، تاجران کتب کشمیری بازار لاہور، الحصکفی، دار المختار ۳:۳۱۵۔

۱۷۔ الشیرازی، ابو اسحاق، ابراہیم بن علی یوسف الفیروز آبادی، المہذب ۲:۳۳۷، ن۔د، فتاوی عالمگیری ۵:۳۷۲۔

۱۸۔ الحصکفی، دارالمختار۳:۳۱۵، فتاوی عالمگیری ۵:۳۷۲۔

۱۹۔ الحصکفی، دارالمختار۳:۳۱۵۔

۲۰۔ الطرابلسی علاؤ الدین، ابی الحسن علی بن خلیل: معین الحکام فیما یتردد بین الخصمین من الأحکام: ص۱۳۸، حاجی عبدالغفار وپسران قندھار: افغانستان، ن۔د۔

۲۱۔ عبد الرزاق بن ہمام، ابوبکر: المصنف ۸:۳۳۹، حدیث ۱۵۴۴۸، الطبعۃ الأولی من منشورات مجلس العلمی بیروت: ۱۳۹۲/۱۹۷۲۔

۲۲۔ ابو القاسم، ابراہیم بن علی، برہان الدین، تبصرۃ الحکام فی أصول الأقضیۃ ومناہج الأحکام ۱:۳۵۳، الطبعۃ الثانیۃ علی ہامشۃ فتح العلی المالک، لأبی عبد اللہ الشیخ محمد علیش، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر ۱۳۵۶/۱۹۳۷۔

۲۳۔ فتاوی عالمگیری ۵:۳۷۲۔

۲۴۔ الشیرازی، المہذب ۲:۳۳۷۔

۲۵۔ الکاسانی، ابوبکر علاؤ الدین: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (اردو) ۶:۶۶۳، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور ۱۹۹۱۔

۲۶۔ عبدالرزاق، المصنف ۸:۳۳۹، حدیث ۱۵۴۵۱۔

۲۷۔ الحصکفی: درالمختار: ۳:۳۱۵۔

۲۸۔ الطرابلسی، معین الحکام: ص۱۳۸۔

۲۹۔ الحصکفی، درالمختار۳:۳۱۵۔

۳۰۔ الحصکفی، در المختار ۳:۳۱۵، الیرازی، المہذب: ۲:۳۳۷، الطرابلسی، معین الحکام: ۱۳۸۔ (۱) مسافت کی وضاحت امام ابو یوسف نے اس طرح کی ہے کہ اصل گواہ اتنے دور ہوں کہ اگر صبح کو گواہی کیلئے جائے اور اپنے گھر میں رات تک نہ آسکے تو استشہاد جائز ہے۔ (۲) سفر سے تین رات دن کی غیبت مراد ہے۔

۳۱۔ الحصکفی، درالمتار۳:۳۱۵، الطرابلسی، معین الحکام: ۱۳۸۔

۳۲۔ الشیرازی، المہذب ۲:۳۳۷۔

۳۳۔ الحصکفی، درالمختار۳:۳۱۶۔

۳۴۔ فتاوی عالمگیری ۵:۳۷۴، الحصکفی، درالمختار۳:۳۱۶۔

۳۵۔ الحصکفی، دارالمختار۳:۳۱۵، الشیرازی، المہذب ۲:۳۳۷۔

۳۶۔ الکاسانی، بدائع الصنائع ۶:۶۶۴، الحصکفی، در المتار ۳:۳۱۵، الشیرازی، المھذب ۲:۳۳۷۔

۳۷۔ الکاسانی، بدائع الصنائع ۶:۶۶۴، الشیرازی، المھذب ۲:۳۳۷۔

۳۸۔ الحصکفی، درالمختار ۳:۳۱۵، الشیرازی، المھذب ۲:۳۳۷۔

۳۹۔ الکاسانی، بدائع الصنائع ۶:۶۶۴، الشیرازی، المھذب ۲:۳۳۷۔

۴۰۔ الشیرازی، المھذب ۲:۳۳۷۔

۴۱۔ الطرابلسی، معین الحکام ۱۳۸، الحصکفی، درالمختار ۳:۳۱۶۔

۴۲۔ الطرابلسی، معین الحکام:۱۳۸۔

۴۳۔ الکاسانی: بدائع الصنائع: ۶۶۴۔

۴۴۔ الکاسانی، بدائع الصنائع: ۶:۶۶۴۔

۴۵۔ الحصکفی: درالمختار ۳:۳۱۶۔

۴۶۔ الحصکفی، درالمختار ۳:۳۱۶۔

۴۷۔ الشیرازی، المھذب، ۲:۳۳۷۔

۴۸۔ فتاوی عالمگیری ۵:۳۷۴۔

۴۹۔ فتاوی عالمگیری ۵:۳۷۴۔

۵۰۔ ابوالقاسم ابراہیم، تبصرۃ الحکام ۱۱:۳۵۵۔

۵۱۔ فتاوی عالمگیری ۵:۳۷۴۔

۵۲۔ فتاوی عالمگیری ۵:۳۷۴۔

۵۴۔ الحصکفی، درالمختار ۳:۳۱۷۔

۵۵۔ الحصکفی، درالمختار ۳:۳۱۷۔

۵۶۔ الطرابلسی، معین الحکام: ۱۳۹، الحصکفی، دارالمختار ۳:۳۱۸۔

۵۷۔ الطرابلسی، معین الحکام، ۱۳۸۔

۵۸۔ فتاوی، عالمگیری، ۵:۳۷۴۔

۵۹۔ فتاوی عالمگیری، ۵:۳۷۴۔

۶۰۔ الطرابلسی، معین الحکام: ۱۳۹۔

۶۱۔ فتاویٰ عالمگیری ۵:۳۷۴، الحصکفی، دارالمختار ۳:۳۱۸۔

۶۲۔ الکاسانی، بدائع الصنائع ۶:۶۶۵۔

۶۳۔ قرآن ۲:۲۸۲۔

۶۴۔ الکاسانی، بدائع الصنائع ۶:۶۶۵۔